بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیغام انٹرنیشنل

اگست 2017ء

ذوالقعدہ/ذوالحجۃ ۱۴۳۸ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت، کا ترجمان

حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبوت نہیں مجدد صد چاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ (فرمودات حضرت مسیح موعودؑ)	۲
۲: دُنیا کی زندگی۔ حضرت مولانا محمد علیؒ	۳
۳: حضرت امیر کا دورہ یورپ	۷

حضرت امیرؒ ہالینڈ میں

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب انگلستان کے کامیاب دورے کے بعد ہالینڈ پہنچ چکے ہیں۔ وہ یورپ کے بعد، جزائر غرب الہند اور جنوبی امریکہ کے دورے کے بعد برلن میں ایک بین الاقوامی کنونشن میں شرکت کریں گے۔ ممبران سے درخواست ہے کہ وہ حضرت امیرؒ کی موجودگی سے استفادہ کریں۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط وکتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

ای میل۔ info@aaiil.uk :

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

اعلان جلد ہی جماعت کی ریڈیو نشریات پر ئمیر اسلامک ریڈیو سے نشر کی جائیں گی۔

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام واوقات

جمعہ - انگریزی		13:00
درس - بعد از جمعہ انگریزی		13:30
ماہانہ اجلاس - انگریزی -	ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین - انگریزی		11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین - پنجابی	13:00	سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور تبادلہ خیالات -	ہر اتوار	09:00

سکائپ آئی ڈی

Lahori-Ahmadi

کلام امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

قرآنی تعلیم وہ تعلیم ہے جس کی ایک بات بھی حق اور حکمت سے باہر نہیں اور جو سراسر پاکیزگی سکھاتا ہے مگر افسوس کہ وہ لوگ اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں جو ایک ذرہ ذرہ کو غیر مخلوق ہونے میں خُدا کے برابر کرتے ہیں اور خُدا کی نسبت یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نعُوذ باللہ کسی روح اور کسی ایک ذرہ کا بھی پیدا کرنے والا نہیں اور ایسا بخیل طبع ہے جو اپنے عاشقوں اور سچے پرستاروں کے گذشتہ گناہ نہیں بخشتا اور باوجودیکہ اس کی راہ میں کوئی جان بھی دے دے تب بھی پرانا کینہ نکالتا ہے اور ضرور اس کو سزا دیتا ہے پس جن کے خیالات خُدا تعالیٰ کی نسبت یہ ہیں اور پھر انسانوں کے لئے یہ تعلیم ہے کہ گویا وہ حکم دیتا ہے کہ اولاد پیدا کرنے کے لئے ایک آریہ اپنی منکوحہ بیوی کو عین اس حالت میں کہ اس کے نکاح میں ہے دوسرے سے ہم بستر کرادے۔ بلکہ ایک مدت دراز تک دس شخصوں سے ہمبستر کرا سکتا ہے۔ ایسے لوگوں سے افسوس ہی کیا ہے اگر وہ اپنے سخت الفاظ سے ہمارا دل دکھاویں تو ہمیں صبر کرنا چاہئے۔ جب تک کہ ہمارا اور ان کا خُدا تعالیٰ فیصلہ کرے۔ اور اسی صبر کے لئے خُدا تعالیٰ کے قرآن شریف میں یہ تعلیم ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔ ۱۸۶ (اٰل عمران ع۔۹۱) (ترجمہ) البتہ تم اپنے مالوں اور جانوں کے بارے میں آزمائے جاؤ گے اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت دل آزار باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور جوش اور اشتعال سے اپنے تئیں بچاؤ گے تو یہ بات ہمت کے کاموں سے ہے۔ وریاد رہے کہ آریہ صاحبوں نے جو ہمارے مضمون سے اپنے مضمون کا پڑھنا آخری دن پر رکھا تو ان کی یہ غرض تھی کہ تا اپنے مضمون میں جہاں تک بس چل سکے ہماری کسی بات کا رد لکھ دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مضمون میں ایسا کرنا چاہا مگر پھر بھی اپنی پردہ دری کرائی۔ اگر وہ بے جا حملہ نہ کرتے تو ہمیں کچھ ضرور نہ تھا کہ ہم ان کے اس غلط بیان کا پردہ کھولتے جو انہوں نے وید کی اعلیٰ تعلیم ہونے کے بارے میں پیش کیا ہے۔ مگر اب ہمیں ان کے جھوٹ کا پردہ کھولنے کیلئے پبلک کے آگے اس بات کو ظاہر کرنا پڑا کہ ان کا بیان وید کی تعلیم کی نسبت کہاں تک صحیح اور راست ہے۔ اور بعد اس کے ہم ان حملوں کا جواب دیں گے جو نادان معترض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف اور اسلام پر کئے ہیں۔

(چشمہ معرفت)

خطبہ جمعہ 19 مارچ 1920ء

دُنیا کی زندگی

لوح محفوظ اور تقدیر الٰہی

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۔ 20

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ 21

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝22 بن

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُــوْرِۨ ۙ ۝23

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ 24- سورة الحديد-57 آئیت 20 تا 24

ترجمہ:۔

دنیا کی زندگی کیا شے ہے؟ وہ لہو ولعب ہے۔ وہ زینت ہے۔ اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہ مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔ پھر فرمایا۔ کہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی ہے کہ جن سے روئید گی نکلتی ہے۔ اور بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن پھر ایک وقت ایسا آتا ہے یہ کہ وہ روئیدگی زرد پڑ جاتی ہے۔ اور پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آخرت میں عذاب شدید ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محض عذاب دینے والا نہیں بلکہ وہ اَلْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بھی ہے۔ اور اس کی مغفرت بھی حاصل ہو سکتی ہے فرمایا. سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۲۱:۵۷ اگر تم ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہو تو وہ دنیا کے مال ومتاع اور اولاد اور اُس کی زینت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ وہ اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف سبقت لے جانے میں حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کی وسعت زمین اور آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔ یہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے ملک اور شہر کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم تم کو ایک ایسی جنت کی طرف بلاتے ہیں جس کی وسعت آسمان اور زمین پر محیط ہے لیکن یہ کس کو حاصل ہو سکتی ہے۔ فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وہ جو کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

اَلْعَظِیْمِ۷ ۲۱:۵۷ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور یہ نہ سمجھو کہ ہم ایسا فضل کرنے پر قادر نہیں۔ نہیں بلکہ ہم فضل عظیم کے مالک ہیں۔ پھر فرمایا مَآاَصَابَ مِنْ ۔ ۔ ۔ اَنْ نَبْرَاَهَا. یاد رکھو کہ دنیا کی زندگی میں تم پر مصیبتیں پہنچتی رہیں گی۔ لیکن کوئی مصیبت ایسی نہیں کہ جو کتاب کے اندر موجود نہ ہو۔ قبل اس کے کہ وہ مصیبت وارد ہو اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ۝ ۲:۵۷۲. یہ بات اللہ پر آسان ہے اور مصیبت کا کتاب کے اندر ذکر کرنا ہم پر مشکل نہیں۔ ایسا ہم نے کیوں کیا؟ اس غرض سے کہ لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ کہ مصیبت کے وارد ہونے پر تم افسوس کرنے نہ بیٹھ جاؤ کہ فلاں چیز ہم سے کیوں فوت ہوگئی۔ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ اور جب کوئی چیز ملے تو اُس پر اترانے نہ لگو۔ ان آیات میں مضامین تو بہت سے ہیں لیکن اس وقت میں صرف ایک آیت مَآاَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ ۔۔۔ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۵۷:۲۳ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

اس آیت میں کتاب سے کیا مراد ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک مصیبت جو دُنیا میں آتی ہے یا یہ کہ تم مسلمانوں پر آتی ہے وہ اس کے آنے سے پیشتر "کتاب" کے اندر موجود ہے۔ وہ کونسی کتاب ہے جس کے اندر وہ مصیبت موجود ہے۔ اُسے لوح محفوظ کہہ لو۔ خُدا کی تقدیر کہہ لو۔ وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے قوانین کا وہ اندازہ ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ یہ پھل پائے گا اور جو ایسا کرے وہ یہ نتیجہ بھگتے گا۔ یہ اسی قوانین کی کتاب ہے۔ یہی خُدا کے مقررہ کردہ قوانین اس کی تقدیر ہیں۔

مصائب میں ذکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے:

مگر یہ ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ اس آنے والی مصائب کا اپنی کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔ ایک دعویٰ ہی دعویٰ سمجھا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعض مصائب کا ذکر خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمادیا ہے تاکہ یہ شہادت ہو اس امر کی کہ خدا کے علم میں وہ تمام باتیں موجود ہیں۔ جو دنیا میں مسلمانوں پر بعد میں آنے والی ہیں اور اس سے کیا غرض ہے وہی لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ تم اس چیز پر جو تم سے فوت ہوگئی افسوس کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔

ہماری قوم پر جس قدر عظیم الشان واقعات گذرتے رہے ہیں۔ اُن سب کا ذکر قرآن مجید واحادیث میں موجود ہے اور یہ بات ایک مسلمان کے ایمان کو از سر نو زندگی بخشنے والی ہے گویا وہ تیرہ سو سال کے بعد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو دیکھ لیتا ہے۔ کہ وہ تمام باتیں جو آپ کی زبان مبارک سے نکلیں حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں۔ اور اگر صرف ان تمام پیش گوئیوں کو ترتیب کے ساتھ جمع کیا جائے تو ایک تاریخ مسلمان قوم کی تیار ہو سکتی۔

فتح قسطنطینہ کے متعلق دو حدیثیں: ابھی کل کا ذکر ہے کہ دو احادیث میری نظر سے گذریں۔ ایک حدیث میں یہ ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْ مَلْحَمَۃُ الْکُبْرٰی وَفَتْحُ الْقُسْطُنْطِیْنِیَّۃِ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِیْ سَبْعَۃِ اَشْھُرٍ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت بڑا فتنہ اور قسطنطینیہ (استنبول) کا فتح ہونا اور دجال کا نکلنا سات مہینے کی مدت میں ہو گا۔ اَلْمَلْحَمَۃُ الْکُبْرٰی کے کیا معنی ہیں؟ دوسری حدیث میں جو اُس کے ساتھ ہی وارد ہے قَالَ بَیْنَ الْمَلْحَمَۃِ وَفَتْحِ الْمَدِیْنَۃِ فِیْ السَّابِعَۃِ (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب 306 فی تواتر الملاحم حدیث 892-891)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فتح شہر اور فتنہ عظیم دونوں کے درمیان میں چھ برس کی مدت ہے۔ پہلی حدیث میں سات مہینے ہے اور دوسری میں چھ سال ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایمان رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر کیسا تھا؟! کہ دو بظاہر متضاد سی حدیثیں ہیں۔ جب ان کی صحت بلحاظ روایت پہنچی گی، ایک جگہ جمع کر دینے میں مضائقہ نہیں کیا۔ گویا ان کو ایمان تھا۔ کہ دونوں باتیں کسی نہ کسی رنگ میں پوری ہونے والی ہیں۔ شارحین کو ان دونوں احادیث کو جو بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں، تطبیق دینے میں مشکل پیش آئی ہے۔ لیکن انہوں نے ایسی تشریح کی ہے جس کی آج واقعات نے تصدیق کر دی ہے۔ یعنی یہ کہ اس جنگ کے اختتام اور فتح قسطنطنیہ پر سات ماہ صرف ہوں گے۔ اور اس کے ابتداء اور فتح قسطنطنیہ میں چھ سال ہوں گے۔ اور آخر ان پیش گوئیوں کے وقوع نے بتا دیا کہ دونوں حدیثیں درست ہیں۔ کیوں کہ اَلْمَلْحَمَۃُ الْکُبْرٰی کو شروع ہو کر اس کے انجام تک چھ سال لگے۔ اور پھر ولایت میں صلح نامہ پر قسطنطینیہ کی فتح میں سات مہینے صرف ہوئے۔ اور جو الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے تھے وہ پورے ہو گئے غور کرو۔ کہ حضرت صلعم کے الفاظ فتح قسطنطنیہ کے اندر دو پیش گوئیاں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ قسطنطینیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئے گا۔ اور دوسری یہ کہ پھر ان کے ہاتھوں میں سے نکل بھی جائے گا۔ خُدا جانتا ہے کہ حالات کیا صورت پکڑیں۔ اور موجودہ صورت کب تک رہے۔ لیکن اس وقت تک جو حالات ہیں وہ اس پر دلیل ہیں کہ فتح قسطنطنیہ ہو چکا ہے کیوں کہ غیر مسلموں کا دخل وتصرف وہاں ہو چکا ہے۔ اور اس کو فتح کے لفظ کے سوائے اور کس لفظ

سے تعبیر کیا جاسکتا ہے[1]۔ اگر خُدا کے علم میں مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت ہے تو اُسے وہی بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک جب سلطان اور اس کے وزراء کا اقتدار کامل اس شہر پر نہ رہا تو یہی فتح ہے۔ دعا تو ہماری یہی ہے کہ اس حالت کو اللہ تعالیٰ جلد دور کردے مگر واقعات آئندہ کا علم خدا ہی کو ہے۔ ہم جب ان احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ تیرہ سو سال قبل کے واقعات کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہو بہو بیان فرما دیئے۔ ۱۹۱۴ء سے جو جنگ عظیم کی ابتداء ہے آج ۱۹۲۰ء تک چھ سال ہوتے ہیں اور پھر قسطنطنیہ کی فتح کو پورے سات مہینے لگتے ہیں۔ یوں چھ سال والی پیش گوئی بھی صحیح ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف صلح کے منانے سے جو ایک رنگ میں خاتم جنگ ہوا۔ اس سے موجودہ حالت کے پیدا ہونے تک سات ماہ لگے۔ اور وہ لفظ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی پورے ہوئے۔

یہ پیش گوئیاں ایک مسلمان کے ایمان کو کس قدر تازہ کرنے والی ہیں ؟! ان میں جو جو مصائب مسلمانوں پر آنے والے ہیں۔ ان سب کا حال کھول کر بیان کر دیا ہے۔ یہ کیوں لِکَیْلَاتَاْسَوْا عَلٰیمَافَاتَکُمْ کہ کسی چیز کے ضائع ہونے پر تو افسوس نہ کرنے بیٹھ جاؤ۔ اور اس وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تسلی ہے خداوند کریم کی طرف سے۔ کہ مسلمانیہ نہ خیال کریں کہ ان مصائب سے اسلام صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ بلکہ ان سے یہ غرض ہے کہ ان مصائب کے بعد آخر کار دین کا غلبہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ گذشتہ واقعات بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب کبھی کوئی بڑی مصیبت اسلام پر آئی، اس کے بعد اسلام کو ایک حیرت انگیز غلبہ نصیب ہوا۔ ترکوں اور مسلمانوں کا معاملہ اس امر کی ایک بین نظیر ہے۔ جس طرح پر احادیث میں ان آخری زمانہ کے فتنوں کا ذکر ہے۔ اسی طرح ترکوں کے فتنہ کا بھی ذکر ہے اور وہاں یہ لفظ ہیں کہ آخری حملہ میں ترک مسلمانوں کا بالکل استیصال کر دیں گے۔ یُقَاتِلُوْکُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْاَعْیُنِ یَعْنِیْ التُّرْکَ۔قَالَ تَسُوْقُوْنَھُمْ ثَلٰثَ مِرَارٍ حَتّٰی تُلْحِقُوْھُمْ بِجَزِیْرَۃِالْعَرَبِ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک چھوٹی آنکھوں والی ترک کی قوم تم سے لڑے گی۔ پھر فرمایا کہ تم ان کو تین بار ہٹادو گے۔ یہاں تک کہ تم ان کو تین مرتبہ عرب کے جزیرہ کے کنارے پہنچا دو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دار الخلافہ سلطنت بغداد کو تباہ کر کے انہوں نے اسلامی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ مگر آخر وہی ترک اسلام قبول کر کے اُسکی عظمت وجبروت کے علم بردار ہوئے۔ اور اُن کے ذریعہ سے اسلام کی سطوت وشوکت کا پھر وہی عالم نظر آنے لگا۔ گویا آنے والی مصیبت کی خبریں یہ تسلی مخفی تھی کہ پھر تم پر وہی زمانہ بلکہ پہلے سے بڑھ کر زمانہ شان وشوکت کا نظر آئے گا۔ آج بھی اسلام پر دکھ اور مصیبت کا وقت آیا ہے ہمارا ایمان ہے کہ اسلام پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ دنیا میں اس کا غلبہ ہو جائے گا۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ لِکَیْلَاتَاْسَوْا عَلٰیمَافَاتَکُمْ آج تم افسوس میں اپنا وقت ضائع نہ کرو اور رنج اور غضب سے مت بھر جاؤ۔ خدا تعالیٰ کی ان مصائب کے بھیجنے میں کوئی حکمت ہے اور بڑی عظیم الشان حکمت ہے۔

خُدا مصیبت کیوں بھیجتا ہے ؟ اس نے اپنا قانون خود بیان فرمایا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۱۵۶:۲ یعنی خوش قسمت وہ ہیں جو مصیبت کے وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم اُس کے ہیں اور اُسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم کو مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے۔ اس کی تائید قرآن کریم کی دوسری آیت سے ہوتی ہے۔ فرماتا ہے اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ۹۴:۷ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ ہم لوگوں پر اس واسطے مصائب بھیجتے ہیں کہ وہ تضرع کریں۔ تو معلوم ہوا کہ مصائب کے آنے کی اصل غرض یہ ہے۔ تاکہ انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اس کے آگے گڑ گڑائیں اور تضرع کریں۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں کیوں اس قدر مصائب بھیجے ہیں۔ کیا وہ اُن کا نام صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے۔ کیا وہ اُن کو نیست ونابود کرنا چاہتا ہے۔ نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ان پر مصائب بھیج رہا ہے۔ دیکھو مسلمانوں کی قوم وہ قوم ہے جس کو اُس نے مخلوق کی بہتری کے لئے اور لوگوں کو امر بالمعروف اور نہیعن المنکر کرنے کے لیے برپا کیا تھا۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۱۱۰:۳ یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لیے برپا کی گئی ہو۔ اور وہ فائدہ کیا ہے تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۱۱۰:۳ اچھی باتیں بتانا۔ بُری باتوں سے روکنا۔ لیکن جب تمہاری یہ حالت ہوگئی کہ تم نے اپنے فرائض کو پس پشت ڈال دیا اور بجائے اس کے کہ تم خَلق خُدا کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تم خود خُدا سے دور ہوگئے تو پھر مصیبت کا آنا ضروری تھا تاکہ تم پھر خُدا کی طرف رجوُع کرو۔ مُسلمان دنیا کے ہادی نہیں بن سکتے۔ جب تک کہ وہ خُدا کی طرف رجوُع نہ کریں۔ اور رجوُع کے لئے ضروری ہے کہ مصائب آئیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ انسان کا خاصہ ہے کہ جب اس کو متواتر اور پے در پے نُصرتیں ملتی جائیں اور اس کو مصیبت کا مزا نہ چکھایا جائے۔ تو وہ اکڑباز اور فخر کرنے والا ہو جاتا

[1] یہ خطبہ حضرت مولیٰنا نے 19 مارچ کو فرمایا۔ بعد میں یہ خبر موصول ہوگئی کہ قسطنطنیہ پر اتحادی قابض ہوگئے ہیں

ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۳۱:۱۸ پھر فرمایا اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۴:۳۷ پھر وہ لوگوں کے حقوق کے متعلق بخیل ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ بخل صرف مال کا بخل نہیں بلکہ بڑا بخل یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے حقوق نہ دیئے جائیں غرض مصیبت کے وارد ہونے کی اصل غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ انسان تضرع کرے۔ اور خُدا کے آگے روئے اور گڑ گڑائے۔ اور اپنی حالت میں ایک خاص تبدیلی کرے۔ انبیاء اور اولیاپر کیوں اس قدر تکالیف آتی ہیں تا کہ اُن کا رجوع زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا چلا جائے اور جو قوم اُن کے زیرِ تربیت تیار ہو۔ وہ سب دُکھ اور تکلیف کے وقت خُدا آگے جھکنے والی ہو۔

کیا مسلمانوں نے اپنی اصلاح کی طرف توجہ کی؟ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں نے اِن مصائب کے وارد ہونے پر کچھ سبق سیکھا؟ اس کا جواب بالکل صاف ہے کہ مسلمانوں نے ان مصائب سے ہر گز سبق نہیں سیکھا۔ وہ اِن مصائب کے آنے پر طرح طرح کے خیالات میں غرق ہو گئے۔ لیکن اصل بات کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اپنی حالت کی اصلاح کی کوئی فکر نہ کی اور اس امر کی طرف توجہ نہ کی کہ اصل مرض کا علاج کریں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ توجہ الی اللہ کرتے خُدا کے آگے گر جاتے تضرع کرتے۔ اور گڑ گڑاتے۔ گو جلسوں میں رونے اور رولانے والے بہت ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ خُدا کے آگے رونے والے نہیں۔ اِلَّاماشاءَاللہ۔ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرنے والے تم بہت پاؤ گے۔ مگر اُن کے عمل کے اندر کوئی تبدیلی نہیں دیکھو گے۔ دراصل اب تک یہ لوگ اسلام کی طرف سے ایسے ہی بیگانے ہیں جیسے وہ پہلے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعرے لگانا اور ہاوہو کرنا سب حرص و ہوا کے ماتحت ہے۔ درحقیقت مسلمانوں کے اندر یہ بڑا بھاری نقص ہے کہ وہ زبان سے تو بہت کچھ کہتے ہیں لیکن کرتے کچھ نہیں۔ دعوے تو بڑے بڑے کرتے ہیں لیکن کام کے وقت ویسے ثابت نہیں ہوتے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ تھوڑا کہیں اور بہت کر کے دکھائیں۔ ان کی بیماری عمل کی کمزوری ہے لفظوں کی کمی نہیں۔ پس عمل کی طرف توجہ کرنے سے ہی بیماری دور بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے آج ایک اشتہار دیکھا۔ اُس کا مضمون اچھا تھا۔ ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی بات بتائے۔

گورنمنٹ کا فرض: اگر ہم اس حد تک گورنمنٹ کو توجّہ دلائیں کہ ہم نے گورنمنٹ کے اڑے وقت میں مدد کی۔ اب گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اِس وقت ہم سے عملی ہمدردی کا ثبوت دے۔ تو یہ درست ہے۔ بلا شبہ گورنمنٹ کی ایک بڑی مصیبت یعنی جنگ میں مسلمانوں نے بہت بھاری مدد کی ہے اب وہ چاہتے ہیں کہ ہماری مصیبت کے وقت میں گورنمنٹ ہماری مدد کرے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہماری مرکزی سلطنت یعنی خلافت کے ذلیل کرنے کا سامان جو دُنیا کر رہی ہے اس کے خلاف کاروائی کریں۔ اور مسلمانوں کی مصیبت کے وقت کام کر اکر اُن کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ بعض وقت منہ سے ایسے الفاظ کہہ دیئے جاتے ہیں جو مناسب نہیں ہوتے۔ گورنمنٹ سے وفاداری ہر حال میں ضروری ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ایسے الفاظ کا کیا مطلب ہوتا ہے مثلاً یہ کہ ہم وفادار نہیں رہیں گے۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایسا کہہ دینا کیا قرآن مجید اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہو سلم کے اُسوہ حسنہ کے مطابق ہے؟ غلطی کا جواب غلطی سے دینا مسلمان کا کام نہیں اور تکلیف دمصیبت کے وقت دیوانگی کا اظہار ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ میں مسلمان قوم کی قدر نہیں کی گئی۔

مسلمانوں ایک بڑی وفادار قوم ہے: لیکن اگر تمہاری خوبیوں کی قدر نہیں کی گئی تو یہ ضروری نہیں کہ تم دوسروں کی خوبیوں کی بھی قدر نہ کرو۔ یاد رکھو۔ جو قومیں برسرِ اقتدار ہوتی ہیں اُن کے سروں میں حکومت کا نشہ ہوتا ہے اُس منہ کی وہ بڑی بڑی زیادتیاں بھی کر بیٹھتی ہیں کیا مسلمان حکومتیں اس سے مستثنیٰ ہو سکتی ہیں؟ کیا اُن سے غلطیاں سرزد نہ ہوئیں؟ کیوں نہیں اُن سے بھی غلطیاں سرزد ہوتی رہیں ہیں۔ پس اگر آج وہ قومیں جو برسرِ حکومت ہیں مسلمانوں پر زیادتی کریں۔ تو کیا مقام تعجب ہے۔ لیکن غلطی کا جواب غلطی سے دینا درست نہیں۔ ہاں تم کو ان قوانین کی حدود کے اندر رہ کر اور حاکم و محکوم کے تعلقات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی بہتری کی تدابیر سوچنیچاہئیں۔ بڑی غلطی یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف نہیں آتے ہماری توجہ خاص طرف لگی ہوئی ہے۔ اور ہم یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اگر یہ ہو گیا۔ تو بس بیڑا پار ہے۔ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ترکی کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا تو ہم کامیاب ہو گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تم ترکی کے معاملہ میں کامیاب بھی ہو جاؤ۔ تو بھی تمہارا بیڑا پار نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کی فلاح ان کی عملی حالت کی اصلاح پر مبنی ہے۔ آخر جنگ سے پہلے بھی تو ترکی موجود تھی تمہاری فلاح اور کامیابی اور ہی باتوں پر منحصر ہے اور وہ ہے تمہاری اپنی اصلاح اور اپنی حالت کی تبدیلی میں دوسروں کو کیوں کہوں میں اپنوں کو کہتا ہوں۔ کہ بتاؤ تم میں سے کتنے ہیں جو حی علی الصلوٰۃ کی آواز پر چونک پڑتے ہیں۔ کتنے میں جو اُس پکار پر صبح کے وقت اپنے بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں کتنے ہیں جو اُس آواز پر اپنا کام کاج چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈال کر دیکھو۔ کہ تم میں سے کتنے ہیں جو اسلام کے لئے دل میں سچّی تڑپ رکھتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کا اُسوہ حسنہ: اسلام کی بہتری کے لئے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر خدا کے حضور روتے اور گڑ گڑاتے ہیں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو دیکھو کہ کس طرح بیس سال کے لمبے عرصہ تک خدا کے حضور اپنی قوم کی خاطر روتے اور چلاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ارشاد فرماتا ہے کہ تم ساری ساری رات آدھی آدھی رات جاگتے رہو۔ کس لئے۔ خُدا کے حضور دُعا اور عاجزی کے لئے۔ یہ تھا اُسوہ حسنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپؐ تنہائی کی گھڑیوں میں خُدا کے حضور دعائیں کرتے تھے۔ اور آخر اپنی دُعاؤں اور گریہ وزاری کا نتیجہ تھا۔ کہ خُدا نے آپؐ کی قوم کو فلاح اور کامیابی بخشی۔ لیکن اس زمانہ میں کتنے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک نمونہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور کتنے ہیں کہ خُدا کے حضور روتے اور گڑگڑاتے ہیں اور اسلام کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ یقیناً اسلام کا بیڑا اس وقت پار ہو گا جب تم میں سے ایسے درد دل والے لوگ پیدا ہوں گے۔ بہر حال میں اس امر کا مخالف نہیں ہوں کہ اگر کسی قوم پر کوئی مصیبت آئی ہے تو وہ اس مصیبت کو ظاہر کرے۔ اگر کسی پر زیادتی ہو رہی ہے تو اُس کا فکر کرے اگر اس کی حق تلفی ہو رہی ہے تو اُس حق کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرے۔ مگر حدیث میں آتا ہے کہ اگر تم کوئی امر منکر دیکھو تو اگر تمہاری طاقت ہاتھ سے اُس کو ٹھیک کرنے کی ہے تو ہاتھ سے ٹھیک کرو۔ اور ہاتھ سے نہیں تو زبان سے اُس کی بُرائی ظاہر کرو۔ اور اگر زبان سے بھی اُس کی بُرائی بیان کرنے کی طاقت نہیں تو کم از کم دل ہی میں اُس کو بُرا جانو۔ کیا اس حدیث سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ ایسے حالات بھی مسلمانوں پر آسکتے ہیں جب وہ ہاتھ سے چھوڑ زبان سے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ تو پھر یہ دانش مندی نہیں ہے کہ حالات کو پیش نظر رکھنے کے بغیر ایک راہ تجویز کرلی جائے۔ ہم محکوم ہیں ہمارے اوپر ایک دوسری قوم حاکم ہے اس تعلق کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں جو کچھ کرنا ہے کرنا چاہئے۔ ہڑتال اگر قانون کے اندر ہو تو بُرا امر نہیں اس وجہ سے ہڑتال بشرطیکہ قانون کی حدود کے اندر اندر ہو میرے نزدیک کوئی بُرا امر نہیں۔ یہ بغاوت نہیں بلکہ یہ صرف ایک آواز ہے۔ اور ایک عملی شہادت ہے کہ ہم فلاں امر کو ناپسند کرتے ہیں۔ آخر سارا لاہور تو نہیں بول سکتا۔ لیکچرار کی بات بھی ایک کی بات ہی سمجھی جائے گی۔ مگر ہڑتال یہ ایک متفقہ آواز ہے بشرطیکہ حدود قانون سے تجاوز نہ ہو۔ بہر حال میں یہ کہتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کے ماتحت رہ کر حاکم محکوم کے تعلقات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس کے قوانین کے اندر اندر کسی آواز کا اُٹھانا یا اپنی بہتری کا کوئی سامان پیدا کرنا بغاوت نہیں ہے لیکن یہ بھی میں ضرور کہوں گا۔ کہ محبت اور نفرت کے جذبات جانبین

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ”اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا“، ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“، ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔“
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔
4. بمطابق فرمان نبوی حضرت ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اِس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ وہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ”اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ رعایا کے جذبات محبت کی قدر نہ کرے اور مصیبت کے وقت میں ان کے ساتھ ہمدردی نہ کرے تو یہ قدرتی بات ہے کہ رعایا کے جذبات محبت بھی مرجائیں گے۔

صحیح حکومت کا اُصول پس ایک صحیح حکومت کا یہ اُصول ہونا چاہئے: کہ وہ رعایا کے دلوں میں اپنی محبت کی جگہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن اگر یہ نہ بھی ہو تو بھی رعایا کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت پر قائم رہے۔

گورنمنٹ کی اطاعت ضروری ہے: اسلام یہ حکم نہیں دیتا کہ جن حالات کے ماتحت تم رکھے گئے ہو۔ ان کی طرف سے آنکھیں بند کرکے کوئی کام کرو۔ بلکہ انہی حالات کے اندر رہ کر اپنی فلاح و بہبود کی تجاویز میں لگے رہنے اور خدا سے کوئی بہتر سبیل کی امید رکھنے کا حکم ہے۔ اور اُس زمانہ میں تو یہ اور بھی ضروری ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں میں وہ صبر، استقلال و ہمت کی خصائل مفقود ہو چکی ہیں کیا ہم نے جس قدر ہماری بہتری کے سامان ہیں اس گورنمنٹ کے ماتحت رہ کر حاصل کئے ہیں۔ ان سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اگر نہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ۞ ۷:۱۴ پس اگر اس سے جو تمہیں حاصل ہے بڑھ کر چاہتے ہو تو پہلے جو کچھ حاصل ہے اُس کی قدر کرنا سیکھو۔ خُدا کے نزدیک قابل مُواخذہ ایک انسان اس حد تک ہے جب وہ اپنی اطاعت کے مطابق کوشش نہیں کرتا۔

ہماری قوم ایک نہایت ناقص اور کمزوری کی حالت میں پڑی ہوئی ہے: اس کی بھی کوئی فکر ہونی چاہیے۔ دولت کی پرستش جس طرح شرک ہے حکومت کی پرستش بھی شرک ہے پس **حصول حکومت کو اپنی زندگی کا مقصد مت ٹھہراؤ**۔ اور اپنی ساری کوششوں کو اسی ایک ایک فکر میں مت لگاؤ۔ ایک خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرو، اور ایک خدا کے پرستار بنو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰ نَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (پیغام صلح-28مارچ1920ء)

حضرت امیر ڈاکٹر عبد الکریم سعید صاحب کا دورہ یورپ

احباب کو علم ہے کہ ہماری تاریخی اور عظیم الشان مسجد برلن اِس وقت مرمت اور تزئین و آرائش کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ اِس پراجیکٹ کی تکمیل کے لئے کروڑوں روپوں کی ضرورت ہے۔ جس کا کافی حصہ ممبران نے خطیر رقموں کی صورت میں دیا ہے۔ حضرت امیر اب بذاتِ خود مُلک مُلک اِس کام کے لئے پیسے جمع کر رہے ہیں۔ اِس کی رپورٹ اور اگلے ماہ کی رپورٹ میں ہم اُن کے دورے کی کچھ جھلکیاں پیش کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ مسجد ہمارا ایک عظیم اثاثہ ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں نے بڑی عظیم الشان قربانیوں سے تعمیر کی تھی۔ اِس کی مرمت کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے۔ ہمیں اِس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ ہماری رگوں میں اُن کا جو خون بہہ رہا ہے وہ ہمیں چین سے نہ بیٹھنے دے گا اور ہم اُن کے خون کی لاج رکھیں گے۔

لاہوری احمدی ہونا ایک آسان کام نہیں۔ یہ ایک پُرخار راستہ ہے جس پر چل کر ہمارے پاؤں زخمی ہو جائیں گے۔ لیکن ہمارے حوصلے کم نہ ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ایک قربانی چاہتی ہے اور وہ ہمارا اِس راہ میں اپنی جانیں قربان کرنا ہے۔ عزیزو! اُٹھو اور کفن سروں پر باندھ کر اپنی جماعت کے لئے جانیں دینے کے لئے نکل پڑو۔

ہمارا جہاد گو قلم کا جہاد ہے لیکن پھر بھی یہ ہماری جانوں کی قربانی چاہتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے بھوکے رہ کر قرآن کا انگریزی ترجمۃ القرآن کیا تھا۔ اُنہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ کیا ہم اُن کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں؟ **ہر ممبر کو چاہیے کہ تنہائی میں اِس کا جواب سوچے۔**

انگلستان

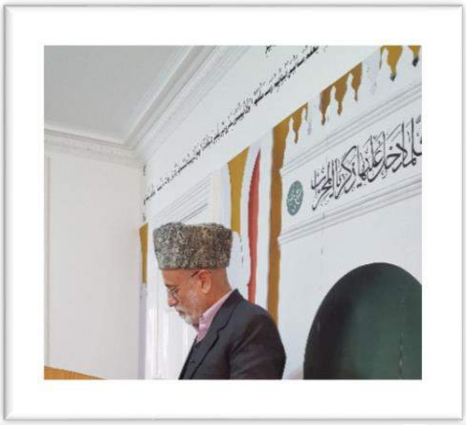

مرمت کا کام